درِ ثمن سلیم

بخت صلح

ایکسکیوزمی میم!

"آپ نے یہاں ایک فضول سی لڑکی کو دیکھا ہے؟ جو ہے تھوڑی موٹی سی اور قد میں ہے وہ چھوٹی سی' سر پہ سیاہ اسکارف لیتی ہے اور شانوں پہ ڈھائی گز کا دوپٹہ پھیلا کر تو وہ عجیب مخلوق دکھائی دیتی ہے۔"

وہ ویٹنگ لاؤنج سے نکل رہی تھی کہ اپنے عقب سے مردانہ آواز سن کر اس کے تیزی سے اٹھتے قدم وہیں رک گئے۔

"مسٹر کہیں آپ اس ذہین فطین لڑکی کے وہی کزن تو نہیں جنہیں دیکھتے ہی پہلی نظر میں کسی دہشت گرد کا گمان ہوتا ہے؟"

بڑی بڑی آنکھوں میں ڈھیر ساری حیرت سموئے اس لڑکی نے اپنا شولڈر بیگ دوسرے کندھے پر منتقل کرتے ہوئے مقابل شخص کو سر تا پاؤں دیکھا تو ایک لمحے کے لیے وہ گڑبڑا سا گیا۔

"دیکھئے میم! آپ ایک نہایت ڈیشنگ اور اسمارٹ نوجوان کو دہشت گرد کا لقب دے کر سراسر زیادتی کر رہی ہیں۔"

"زیادتی کے بچے کہاں غائب تھے تم؟ پچھلے آدھے گھنٹے سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں اور اب تھک ہار کر میں کسی ٹیکسی میں بیٹھنے والی تھی۔"

حیا نے غصے میں گھورا تو اس نے مسکراتے ہوئے سوٹ کیس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"سوری یار' ممانے تو مجھے صبح ہی بتا دیا تھا بس آفس سے نکلتے ہوئے تھوڑی دیر ہو گئی تھی۔"

"نائن الیون کے بعد ساری دنیا بدل گئی ہے پر تم جیسے کاہل شخص میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی۔"

حیا نے اس کے ساتھ پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا تو رخ موڑ کر علی نے مصنوعی خفگی دکھائی۔

"میم تم کیا جانو؟ اس کاہل شخص پہ کتنی لڑکیاں دل ہار چکی ہیں۔"

حیا نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی۔

"یقیناً مجھے ان لڑکیوں کی ذہنی حالت پہ ہمیشہ شبہ ہی رہے گا۔"

"دیکھئے میم اب اس سے زیادہ میں اپنی توہین برداشت نہیں کروں گا' علی نے گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اعلان کیا تو وہ بھی زیر لب مسکراتے ہوئے فرنٹ ڈور کی طرف بڑھ آئی۔

"علی مما کیسی ہیں؟"

"پہلے سے زیادہ خوبصورت اور گریس فل ہو گئی ہیں بالکل میری طرح۔"

"لگتا ہے تم نے کبھی غور سے آئینہ نہیں دیکھا۔"

"ہزار لڑکیاں آئیڈیل سمجھتی ہیں۔" گاڑی پارکنگ سے نکال کر وہ روڈ پہ لے آیا تھا۔

"علی سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ لوگ تو وقت پڑنے پہ گدھے کو بھی باپ سمجھنے لگتے ہیں وہ تو پھر بے چاری تمہیں اپنا آئیڈیل سمجھ رہی ہے۔"

"دیکھیے میم! آپ اس وقت اپنے دانتوں کی نمائش نہ کریں تو بہتر ہے ورنہ علی ارتضیٰ یہ گاڑی کہیں دے مارے گا۔"

اس نے یک دم گاڑی کی اسپیڈ بڑھا کر دھمکی دی تو حیا کی مسکراہٹ یک لخت غائب ہو گئی۔

وہ اس کی کمزوری سے بخوبی واقف تھا سو اس کی زبان کو اسی صورت میں بریک لگایا جا سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ زندگی کے گلاب لمحے
تیری اداؤں کے جوابین تھے
تیری محبت سے دلنشین تھے
تیری مہک سے جو رنگین تھے
وہ لمحے جن کی مسافتوں میں جواں رفاقت کی روشنی تھی
تیری محبت کی چاشنی تھی
وہ چاہتوں کے نکھار لمحے' ہماری الفت کے باب لمحے
وہ خواب لمحے!

میں آج ان لازوال لمحوں میں تیری خوشبو کا لمس پا کر
سپردگی کے نشے میں آ کر
حسین یادوں کی روشنی میں
اندھیری راہوں پہ استقامت سے چل رہی ہوں

آج اک مدت کے بعد اس نے وہاں قدم رکھا تھا جہاں فہدار تضیٰ اسے اپنی ملکیت کا درجہ دے کر لایا تھا وہ درجہ آج بھی اس کے پاس تھا مگر دینے والا کہیں نہیں تھا اس کے کمرے میں سجی ہوئی چیزوں نے اپنی جگہ نہیں کھوئی تھی اس کے باوجود فہد کے کھو جانے کا احساس بہت قوی تھا۔

وہ بے اختیاری کی کیفیت میں اپنے آنسوؤں کی پروا کیے بغیر کمرے کی ہر اس چیز کو چھو رہی تھی جو فہد کے استعمال میں رہ چکی تھی۔

"حیا میں اکثر سوچتا ہوں یہ محبت کیسے ہو جاتی ہے؟ اچانک بغیر بتائے چپ چاپ؟"

اس کے شانوں پہ فہد کی آواز نے اپنے ہاتھوں کا لمس جگایا تو وہ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ جہاں فہد کی موجودگی کا وہم تھا وہاں اب صرف اس کے خیال کی پرچھائیں تھی۔

کسی بھی خیال کے آغاز یا انجام سے بے خبر ہو کر اپنے احساس کو صرف دل کی آہٹوں کے ساتھ ایک ہی چہرے میں سوچنا محبت ہے۔ کبھی اکیلے میں یونہی سرگوشیوں سے ماضی کی گرہ کھل جایا کرتی ہے اسے بھی یہ احساس تک نہیں تھا کہ کبھی اس کا اپنا ہی کہا ہوا جملہ فہد کی یاد بن کر اسے رلائے گا۔

"مسز حیا فہد اگر اپنے احساس کو دل کی آہٹوں کے ساتھ محسوس کرنا ہی محبت ہے تو یہ طے ہوا۔ مجھے تم سے محبت ہے۔"

فہد کے لمس نے دھیرے سے اس کی کلائی میں سجے کنگن بجائے تو اس نے غیر محسوس انداز میں اپنی کلائیوں کو چھوا اس کی کلائیاں تو خالی تھیں۔

"تمہیں پتا ہے جب میں اچانک لاہور آیا تھا اور عرصے بعد تمہیں دیکھ کر مجھے کیا محسوس ہوا تھا؟"

اب اس کے لمس نے حیا کے جھمکے کو ہلایا تھا۔

"جیسے کسی بنجر اور سوکھی دھرتی پہ یک دم بارش کی پھوار برس پڑے۔"

"توبہ ہے کیپٹن فہدار تضیٰ آپ تو پورے شاعر ہیں فوج میں کس نے بھرتی کر لیا تھا آپ کو؟" وہ رو رہی تھی لیکن اس کی آواز ماضی کی ہنسی بن کر گونج رہی تھی۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے آرمی والے جذبات سے عاری ہوتے ہیں؟ کیا وہ عام لوگوں کی طرح کچھ محسوس نہیں کر سکتے؟" اس کا لہجہ خفگی لیے ہوئے تھا۔

"جناب سنا تو یہی ہے۔"

"کیا سنا ہے تم نے آرمی والوں کے بارے میں کچھ ہم بھی تو سنیں۔"

"یہی کہ ایک نارمل انسان سے جذبات چھین لیے جائیں تو وہ خود بخود فوجی بن جاتا ہے۔"

ایک کیپٹن کی بیوی کی یہ رائے سن کر خاصا افسوس ہوا ہے مجھے۔" اس کی کشادہ پیشانی پہ بل اور روشن آنکھوں میں تحیر امڈ آیا تھا۔

"فہد آپ تو سچ مچ خفا ہو گئے ہیں بھئی میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا۔" اس کے ہاتھوں پہ ہولے سے ہاتھ رکھتے ہوئے حیا نے اس کا موڈ درست کرنا چاہا۔

"حیا تم اس سولجر کی محبت کا ادراک نہیں کر سکتیں جو دل میں اپنی سرزمین سے عہد وفا کرتے ہوئے خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا عہد کرتا ہے تو پھر ہر رشتہ ہر تعلق اس کی محبت کے آگے ریت کی دیوار بن کر ڈھے جاتا ہے۔"

اس کے لفظوں نے حیا کو حقیقی طور پر شرمندہ کر دیا تھا۔

"فہد آپ کو اپنے ملک کی سرحدوں کا پاسبان ہونے پہ فخر ہے تو یہ میری بھی خوش نصیبی ہے خدا نے اس پاسبان کو میری زندگی کا سائبان بنا رکھا ہے۔" "اور اگر کبھی تمہاری زندگی کے اس سائبان کو اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے اپنی سانسوں کو قربان کرنا پڑا تو؟..." فہد نے سہولت سے موضوع بدل دیا تھا۔

"میں اتنی بہادر نہیں ہوں جتنا آپ مجھے سمجھتے ہیں۔" بولتے ہوئے حیا کی آواز رندھ گئی تھی۔

"بہادر بننا پڑتا ہے تم ایک کیپٹن کی بیوی ہو جسے عنقریب کارگل اور دراس کے برف پوش پہاڑوں پر اپنے مورچوں پہ قابض ہونا ہے وہاں ہمیں دشمن کے ساتھ برفانی موسم سے بھی لڑنا ہے جہاں سردی اکثر نقطہ انجماد سے بھی ۶۵ ڈگری کم ہو جاتی ہے۔"

"فہد کل صبح آپ جا رہے ہیں اس وقت کوئی اور بات نہیں کر سکتے کیا؟"

اس کی آواز کی لرزش تو جیسے فہد پہ بے اثر ہو گئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

"غازی بن کر لوٹا تو ہماری زندگی مثالی ہو جائے گی اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے شہادت نصیب ہوئی تو ہمیشہ کے لیے امر ہو جاؤں گا۔ حیا دعا کرنا خدا میری موت کسی ہاسپٹل کے بستر پہ نہ لکھے میں شہادتوں کے سفر کا امین بننا چاہتا ہوں عزم و استقلال کے عظیم پیکر اور پاک فوج کے بہادر مجاہد میجر عزیز بھٹی کی طرح بے مثال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی قوم کا سر فخر سے بلند کر دینا چاہتا ہوں۔ راشد منہاس کی طرح غیرت مند قوم کا فرزند بن کر دشمن کے ناپاک منصوبے خاک میں ملاتے ہوئے سچائی کو ہمیشہ کے لیے بلند کر دینا چاہتا ہوں۔۔۔"

"فہد پلیز چپ ہو جائیں میں بہت بزدل ہوں۔" حیا نے اپنا ہاتھ اس کے لبوں پہ رکھ دیا۔

کل صبح اسے دراس سیکٹر کے لیے روانہ ہونا تھا اور وہ اس کے حوصلوں کو مزید آزما رہا تھا۔

"خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض ان کے لیے جنت تیار کی ہے خدا کی راہ میں جو لڑتے ہیں قرآن میں ان کے لیے سچا وعدہ درج ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے پھر تم اتنا کیوں ڈرتی ہو؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شہید کبھی مرا نہیں کرتے بس ہم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

جیسے اپنی روانگی سے قبل ہی اپنی منزل کا تعین کر رہا ہو اس کے یخ ہوتے ہاتھ فہد کی گرم ہتھیلیوں میں کانپ رہے تھے۔

یونہی کھڑے اسے نجانے کتنی دیر ہو چکی تھی اب وہ حقیقت کی آنکھوں سے اس کی یاد کے آنسو چنتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ سجی فریم شدہ تصویر کی جانب اٹھے تھے یہ ان دونوں کی شادی کی تصویر تھی۔

فہد اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے مسکرا رہا تھا اور وہ جھکی ہوئی پلکوں اور دھیمی مسکان کے ساتھ میرون عروسی لباس میں سجی کسی انوکھی خوشی کا روپ لگ رہی تھی۔ وہ ساکت نظروں سے بہت دیر تک اس تصویر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے دیکھتی رہی۔

"حیا پتا ہے جب میں اس تصویر کو غور سے دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی زندگی کا یہ قیمتی لمحہ پھر سے ایک نئے احساس کے ساتھ اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔"

ایک دن وہ اسی طرح انہماک سے اس تصویر کو دیکھ رہی تھی جب فہد نے آکر اس کے کندھے پہ اپنا بازو پھیلاتے ہوئے کہا تھا اور وہ اس کی سرگوشی پہ دیر تک مسکراتی رہی تھی مگر آج وہ فہد کی سرگوشی پہ مسکرانے کی بجائے رو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

صبح گرم پانی سے شاور لینے کے بعد وہ واش روم سے نکلی تو مما چائے کی ٹرالی سجائے اس کی منتظر تھیں۔ بھاپ اڑاتی چائے کے سپ لیتے ہوئے وہ مما کی موجودگی میں خود کو نارمل رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ بعض اوقات دل کی کیفیت چھپانے کے لیے ہمیں اپنے چاہنے والوں کی نظروں سے چھپنا پڑتا ہے لیکن یہ کوشش دیکھنے والوں محسوس کرنے والوں کے سامنے کب کارگر ثابت ہوتی ہے؟

"حیا میری جان خود کو مت چھپاؤ میں جانتی ہوں میری طرح رات تم بھی سو نہیں سکی ہو۔"

"نن۔۔۔ نہیں مما۔۔۔ میں تو بہت بھرپور نیند لے

کر اٹھی ہوں" چائے کی خالی پیالی رکھتے ہوئے وہ ساتھ بیٹھی میجر ڈاکٹر مونا ارتضیٰ سے نظریں چرا گئی تھی۔

"ادھر دیکھو میری طرف یہ چہرہ تو ایک آئینہ ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" مما نے اس کی ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر اس کے چہرے کا رخ اپنی جانب موڑا تو وہ فوراً پلکیں جھکا گئی۔

"مما آپ کا کیا خیال ہے بھلا میں رو سکتی ہوں؟" کتنا مشکل ہو جاتا ہے دوسروں سے اپنے آنسو چھپانا۔

"حیا بیٹا میں پہلے ایک شہید کی بیوی تھی اور اب ایک شہید بیٹے کی ماں ہوں تمہارا دکھ سمجھ سکتی ہوں۔ ارتضیٰ کی شہادت پہ خواتین نے جب میرے ہاتھوں سے چوڑیاں اتار کر میرے سر پہ سفید دوپٹہ ڈالا تھا تو فہد چار سال کا تھا اور علی ڈیڑھ مہینے کا دونوں بچوں کے آسرے پہ کب جوانی کی دہلیز پار ہوئی؟ کچھ پتا نہ چلا مگر تمہاری جوانی کو دیکھ کر دل خالی ہونے لگتا ہے شادی کو ابھی چند ہفتے ہی گزرے تھے کہ۔۔۔۔

بیٹا میرا فہد میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی امانت تھا مجھے اپنے بچے پہ فخر ہے اس نے اپنے باپ کی طرح شہادت کی عظمت پہ فائز ہو کر میرا سر عظمت سے بلند کر دیا۔ مگر میرے اندر کی ممتا کسی بھی لمحے اس کی یاد آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی علی میرے پاس بیٹھتا ہے تو میری نظریں فہد کو ڈھونڈتی ہیں علی کے بارے میں سوچتی ہوں تو فہد کا ہنستا مسکراتا چہرہ میری نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔"

حیا کا سر ان کی گود میں رکھا تھا اور ڈاکٹر مونا کے ہاتھ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں گردش کر رہے تھے۔

"تمہارے وجود سے مجھے اپنے فہد کی مہک محسوس ہوتی ہے کتنے چاؤ سے میں تمہیں اس گھر میں لائی تھی پھر اپنی مما کو اتنا اکیلا کیوں کر دیا تم نے؟"

"مما دل قریب ہوں تو فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے گھر اور شہر بدل لینے سے دل میں بسنے والے کب بدل پاتے ہیں' میری سوچ کا ہر لمحہ اس گھر سے اور آپ سے وابستہ ہے کیسے بھول سکتی ہوں میں آپ کو۔"

حیا نے ان کے ہاتھوں کو تھام کر آنکھوں سے لگایا۔

"کسی کی یاد میں رونے کے لیے چھ سال کم نہیں ہوتے وقت تمہاری بھری جوانی کا گواہ ہے۔ میری مانو تو اب شادی کر لو کسی کی یاد میں پہاڑ جیسی زندگی گزارنا آسان نہیں ہوتا والدین کا سایہ سر پہ سلامت رہے تو زندگی میں مشکلات بھی ہنس کر سہہ لی جاتی ہیں ان کے بغیر یہ معاشرہ ایک تنہا عورت کو جینے نہیں دیتا۔"

ڈاکٹر مونا اسے سمجھا رہی تھیں۔

"مما مجھے اس حقیقت پہ یقین کر لینے دیں کہ فہد ہمارے درمیان نہیں ہے مجھے کیوں ایسا لگتا ہے جیسے وہ زندہ ہے میرے آس پاس ہے وہ بولتا ہے تو مجھے اس کی سرگوشی سنائی دیتی ہے وہ دیکھتا ہے تو مجھے اس کی موجودگی محسوس ہوتی ہے۔ اس کا لمس میں اندھیرے میں بھی پہچان لیتی ہوں۔ اس کا خیال وہم بن جاتا ہے اور میں بھول جاتی ہوں کہ وہ اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔"

اس کی باتیں سن کر مما یک لخت چپ ہو گئی تھیں۔ ان کے پاس حیا کی کسی بھی بات کا جواب نہیں تھا۔

"مما آپ علی کی شادی کر دیں گھر میں رونق ہو جائے گی اور پھر آپ کو بھی تنہائی کا احساس تک نہیں ہو گا۔"

"بیٹا یہ لڑکا مانے بھی تو سہی کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آتی۔ میں تو علی کو اپنی کولیگ ڈاکٹرز کی کئی بچیوں سے ملوا چکی ہوں مگر پھر وہی غیر سنجیدگی ہر دوسرے دن موصوف کی رائے بدل جاتی ہے۔"

"مما جب سر پہ پڑے گی تو خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"انشاء اللہ مما آپ بے فکر ہو جائیں ایک ہفتے تک میں یہیں ہوں دیکھیے گا کیسے سیدھا کرتی ہوں۔" حیا نے انہیں تسلی دی تو تشکر سے ڈاکٹر مونا نے اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

رات کے کھانے کے بعد وہ علی کے ساتھ واک کے لیے نکلی تو خلاف معمول وہ خاصا چپ چپ سا لگ رہا تھا۔

"علی کوئی بات ہے کیا؟"

"ہاں ایک پرابلم میں پھنس گیا ہوں۔"

"کیسی پرابلم۔؟" حیا نے رخ موڑ کر بغور اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"مجھے علین سے محبت ہو گئی ہے۔"

"وقتی بخار ہے فکر نہیں کرو اتر جائے گا دو چار دنوں میں۔"

"بی سیریس حیا مجھے سچ مچ محبت ہو گئی ہے۔"

"بائی داوے یہ سچ مچ کی محبت ہوتی کیسی ہے؟"

"وہی لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد اور ہیر رانجھے والی محبت۔" علی کی مثال پہ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"ابھی بچے ہو یہ سیریس اور خطرناک قسم کا عشق و محبت تمہارے بس کی بات نہیں ہے لہٰذا اس آگ کے دریا میں ڈبکیاں کھانے سے پرہیز کی ضرورت ہے۔"

"آئی سوئیر حیا مجھے علین سے سچی قسم کی محبت ہو گئی ہے اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں واقعی پاگل ہو جاؤں گا۔"

"میں یقین سے کہہ سکتی ہوں تمہارا اگلا ٹھکانہ مینٹل ہاسپٹل ہے۔ لیکن تم بے فکر رہو میں آیا کروں گی تمہاری خیر خبر لینے کے لیے۔" حیا کی شریر مداخلت اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"محبت زمین پہ پاؤں رکھے تو آسمان سے آہٹ سنائی دیتی ہے مگر غافل لوگوں کا کیا کیا جائے؟"

"علی میری مانو تو شاعری شروع کر دو..... شاید اسی میں کامیاب ہو جاؤ۔" حیا کی مسکراہٹ پہ وہ اور تپ گیا تھا۔

"تم اپنا یہ فضول مشورہ اپنے پاس ہی رکھو تو بہتر ہے۔"

"کمال ہے نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔" حیا نے منہ پھلایا۔

"پتا ہے جب وہ بھنویں سکیڑ کر مجھے کسی بات سے ٹوکتی ہے تو میرا دل رکنے لگتا ہے۔"

"پھر تو تمہیں فوری طور پر کسی ہارٹ اسپیشلسٹ سے رابطہ کرنا چاہیے۔" اس نے ایک بار پھر متبسم انداز میں علی کو چھیڑا تو وہ چڑ گیا۔

"پوری جل ککڑی ہو تم۔"

"بھئی میں کیوں جلنے لگی؟ مجھے تو بے چاری علین کی قسمت پہ رونا آ رہا ہے۔"

"تم اس دنیا کی واحد لڑکی ہو جسے علی ارتضیٰ جیسے چارمنگ شخص میں کوئی چارم نظر نہیں آتا۔"

"خوش فہمی کی بھی انتہا ہوتی ہے مسٹر یوسف ثانی۔"

"اوکے میم ان فضولیات کو چھوڑو اور اس بات کا جواب دو۔

کیا زندگی کے منظر صرف محبت کے ادراک سے بدل جاتے ہیں؟

کیا محبت کے بعد اپنے ہی وجود میں کائنات کی وسعتوں اور رنگینیوں سے آشنائی مل جاتی ہے؟

کیا خوشبوؤں سے تعارف یونہی نصیب میں لکھ دیا جاتا ہے؟ آنکھیں زندگی کے رنگوں سے خواب کیوں بننے لگتی ہیں؟

اپنی ہستی کے نئے معنی تلاش کرنا اتنا آسان کیوں ہو جاتا ہے۔"

علی اس کے ساتھ چلتے ہوئے چپکے سے اپنے لفظوں کی خوشبو اس کے پلو سے باندھ رہا تھا۔

"علی مجھے نہیں معلوم محبت کے بارے میں تمہاری تھیوری کیا ہے؟

کچھ لوگ اچھا لگنے کو محبت کا نام دیتے ہیں حالانکہ محبت اور پسند میں بڑا فرق ہوتا ہے پسند کرنا کسی کی خوبیوں کو سراہنے کا نام ہے اور محبت کا معاملہ دوسرا ہے کسی کی خامیوں کو اپنی پرکھ میں تول کر انہیں قبول کر لینے کا نام ہی محبت ہے اس لفظ کو پرکھنے میں وہ لذت محسوس نہیں ہوتی جتنی بولنے والا محسوس کرتا ہے اپنا آپ چھوڑنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر حاصل

نصیب ہوتا ہے۔"

حیا نے اپنے گرد گرم شال لپیٹ رکھی تھی۔ اسلام آباد کا موسم اسے کبھی راس نہیں آیا تھا۔

"حیا دعا کرو خدا علین ارسلان کو میرے نصیب میں لکھ دے" علی نے واپسی کی طرف پلٹتے ہوئے التجائیہ لہجے میں کہا تھا۔

"مخلوص نیت سے مانگی ہوئی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں اگر تم نے واقعی علین کو سچے دل سے مانگا ہے تو سننے والا ضرور سنے گا۔"

☼ ☼ ☼

سورج نے بڑی آب و تاب سے اپنی کرنیں پھیلا رکھی تھیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے سرمئی بادلوں کی ٹکڑیوں نے ساری روشنی اپنے تاریک پروں میں چھپا لی موسم کے رنگ بدلتے ہی سردی بھی بڑھ گئی تھی۔

مما ابھی اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھیں اور وہ بخش دین کے ساتھ مل کر ناشتا بنا رہی تھی علی ڈائننگ چیئر سنبھال چکا تھا۔

"اوئے بخشو خدا تجھے بخشے یہ چائے ہے یا جوشاندہ؟" اس نے پہلے چائے کو پھر بخشو کو گھورا۔

"باؤ جی میں نے بنائی تو چائے تھی اب آپ اسے جوشاندہ سمجھ کر پئیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" بخش دین اس سے عمر میں چار پانچ سال چھوٹا تھا اس کے باوجود دونوں میں نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔

"قصور کے لکھتے ادھر دیکھ یہ چائے تیری شکل کی طرح اپنی سیاہ رنگت پہ ماتم کر رہی ہے۔"

"حیا بی بی اب آپ دیکھ لیں علی باؤ مجھے ڈارلیکٹ نشانہ بنا رہے ہیں ورنہ وڈی بی بی جی کے سامنے اپنے علی باؤ کے ایسے راز فاش کروں کہ لگ پتہ جائے۔"

بخش دین نے گرم گرم سلائس سے بھری پلیٹ ڈائننگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

علی نے سلائس اٹھاتے ہوئے کڑے تیوروں سے دیکھا تو وہ خائف ہو کر حیا سے بولا۔

"بی بی جی اب دیکھ لیں میں بات صرف اپنی شرافت کی کر رہا ہوں اور علی باؤ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔"

"علی یہ کیا تم بخشو کو ڈرا دھمکا کر خوفزدہ کر رہے ہو جیسے میں تو تمہیں جانتی ہی نہیں ہوں مما کو ہر دوسرے تیسرے مہینے یونہی تو گھر کا نمبر چینج نہیں کروانا پڑتا۔"

"یہ صبح ہی صبح کون سا دھواں دھار موضوع چھڑا ہوا ہے؟" ڈاکٹر مونا خاکی رنگ کی ساڑھی میں ہمیشہ کی طرح بہت فریش اور باوقار لگ رہی تھیں حیا نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا تو وہ مسکراتے ہوئے اسے پیار دے کر علی کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"مما دراصل علی آج کل ایک پرابلم میں پھنسا ہوا ہے۔" حیا اپنی مسکراہٹ چھپانے میں ناکام ہو رہی تھی۔

"کیسی پرابلم؟" فلاسک کی طرف بڑھتا ہوا مما کا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔

علی نے حیا کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا تھا۔

"مما وہ پرابلم ذرا ذاتی قسم کی معلوم ہوتی ہے ویسے میں اپنی جانب سے سراغ لگا رہی ہوں۔" علی نے وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی۔

"علی کیا میں پوچھ سکتی ہوں تم کس قسم کی ذاتی پرابلم میں پھنسے ہوئے ہو۔"

"کک..... کچھ نہیں مما یہ حیا تو بس فضول میں بول رہی ہے کیوں حیا میں سچ کہہ رہا ہوں نا؟"

اس نے التجائیہ نظروں سے حیا کو مخاطب کیا تو اس نے بھی علی کی تائید میں سر ہلایا۔

"علی تم کہاں جا رہے ہو ناشتا تو کر لو۔"

"میں کر چکا ہوں مما آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" علی نے جھک کر ان سے پیار لیا۔

"اوکے بیٹا ٹیک کیئر..... واپسی پہ کسی دوست کے ہاں مت رک جانا۔ حیا بے چاری بور ہو جائے گی۔" ڈاکٹر مونا نے اسے تنبیہہ کی.....

"مما آپ نے تو اس میم کی فکر میں خود کو آدھا کر رکھا ہے، میں جیلس ہو رہا ہوں۔"

"ویسے جل کر کباب ہونے سے کھل کر گلاب ہو جانا بہتر ہوتا ہے۔" حیا نے ہنستی نگاہوں سے اسے چڑایا تو "وہ دیکھ لوں گا" کا اشارہ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

شام کو وہ گھر سے نکلا تو رات گئے تک نہ لوٹا۔ حیا اور ڈاکٹر مونا لاؤنج میں اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"حیا تم دیکھ رہی ہو اس طرح تنگ کرتا ہے یہ مجھے۔"

"مما آپ پریشان نہ ہوں کسی دوست کے ہاں رک گیا ہو گا۔"

"بیٹا سچ پوچھو تو مجھے اپنے بڑھاپے سے ڈر لگنے لگتا ہے تنگ آ گئی ہوں میں اس گھر کی تنہائی سے۔"

"مما آپ علی کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی دیکھیں پھر دیکھیے گا آپ کی تنہائی اور علی کا نان سیریس رویہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ایک لڑکی ہے تو سہی میری نظر میں لیکن بیٹا تم پہلے علی سے پوچھو اگر وہ کسی کو پسند کرتا ہے تو مجھے اس کی خوشی اپنی رضا سے زیادہ عزیز ہو گی۔"

"میں بات کروں گی علی سے آپ فی الحال چل کر آرام کریں۔"

تواتر سے ہونے والی بارش نے سردی کی شدت کو بڑھا دیا تھا مما تو تھوڑی دیر کے بعد سو گئی تھیں مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

وہ خود بھی نہیں جانتی تھی فہد کے جاتے ہی اس شہر کے موسم حیا سے کیوں روٹھ گئے تھے۔ شرمسار سی ٹھنڈی ہوا چپکے سے گزر جاتی تھی۔ اسلام آباد شہر کا سناٹا رات کی تاریکی میں فہد کی یادوں کی خوشبو بن کر چار سو پھیل کیوں جاتا تھا؟

بہت خاموشی تھی اس کے اندر بھی اور باہر بھی۔

اس نے گلاس ونڈو سے لان میں جھولتے بائل برش کے درختوں کو دیکھ کر بھید مانگا تو سوائے لمبی چپ کے اسے کوئی صدا کوئی آواز سنائی نہ دی۔

جس عمر میں لڑکیاں دل میں بسنے والے کے لیے آنکھوں میں خواب سجاتی ہیں اس عمر میں وہ دل میں بسنے والے کی یادوں سے آنکھوں میں بننے والے آنسو سمیٹ رہی تھی۔

"حیا میری شہادت کی خبر بہت ہمت سے سننا تمہیں مما کو حوصلہ دینا ہے انہوں نے اپنی جوانی کو ہم پہ قربان کر کے اپنا وقار ہماری نظر میں بہت بلند کر دیا ہے۔"

"فہد آپ نے ایسی باتوں سے میرا سکون کیوں غارت کر رکھا ہے؟" اس کے رو دینے پہ فہد نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ "اس لیے کہ کچھ لوگ روتے ہوئے اور بھی پیارے لگنے لگتے ہیں۔"

فہد کی بات پہ اس نے خفگی سے سر اٹھایا۔

"ایسے مت دیکھو ورنہ صبح گھر سے روانہ ہونا مشکل ہو جائے گا میرے لیے۔"

"مشکل میں تو آپ نے مجھے ڈال رکھا ہے۔"

"یہ مشکل نہیں آزمائش ہے خدا ہمیں اس آزمائش میں ثابت قدم رکھنے کی توفیق دے۔"

حیا نے پلٹ کر نگاہیں بیڈ پہ جما دیں ابھی چند لمحے پہلے وہ بیڈ پہ نیم دراز تھا مگر اب وہ جگہ خالی تھی۔

"فہد تم کیوں چھپ جاتے ہو؟ کیوں امتحان لیتے ہو میرا؟" اس نے بھیگی پلکوں کو اپنی ہتھیلیوں سے صاف کرتے ہوئے شکوہ کیا وہ خود کہیں نہیں تھا لیکن اس کی یاد کا ہر احساس زندہ تھا۔

ڈاکٹر مونا اس کا انٹر مکمل ہوتے ہی اسے اس آنگن کی خوشیوں میں مزید اضافہ کرنے کے لیے لے آئی تھیں۔

یہ گھر اس کے لیے اجنبی نہیں تھا وہ ڈاکٹر مونا ارتضیٰ کے چہیتے بھائی کی بیٹی تھی اس کے بچپن کا بیشتر حصہ یہاں اس گھر میں علی کے ساتھ کھیلتے ہوئے گزرا تھا۔ فہد اور اس کی عمر میں سات سال کا فرق تھا۔

اور وہ علی کی نسبت خاصا کم گو واقع ہوا تھا فہد کے لیے دیے انداز نے ہمیشہ حیا کے ساتھ ایک جھجک کا

رشتہ استوار کیے رکھا حیا کی سوچ کے کسی لمحے میں بھی یہ خیال عود کر نہیں آیا تھا کہ ایک دن وہ حیا ابتسام سے حیا فہد بن جائے گی۔

محبت کس احساس کا نام ہے اسے کچھ علم نہیں تھا۔ فہد کے والہانہ انداز اور اس سے فطری تعلق نے اسے ایک نئے جذبے سے روشنائی دی تھی اور شاید یہی جذبہ اس کے لیے ایک نیا احساس وا کر گیا تھا۔

ان کی شادی کو ابھی چند ہفتے گزرے تھے فہد ان دنوں چھٹی پہ تھا کفر کی یلغار پاک فوج کے مجاہدوں کی سرزمین پہ قبضہ جمانے کے لیے کارگل پہ پیش قدمی کر رہی تھی۔

حیا کے ہاتھوں سے ابھی مہندی کا رنگ نہیں اترا تھا اس کے جذبے ابھی محبت کے احساس سے واقف نہیں ہوئے تھے کہ فہد کی باقی چھٹیاں منسوخ ہو گئیں دوسرے دن اسے اپنی ڈیوٹی جوائن کرنا تھی اسی لیے رات وہ اسے آنے والے حالات سے ذہنی طور پہ باخبر کر رہا تھا یہ پروا کیے بغیر وہ چڑیا جیسے دل کی مالک خود کس اذیت سے گزر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"مجھے تو رات بستر پہ جاتے ہی نیند نے آلیا یہ علی رات کب واپس آیا تھا۔"

"مما وہ تو تھوڑی دیر کے بعد ہی آ گیا تھا۔ بتا رہا تھا کسی فرینڈ کے ہاں دیر ہو گئی تھی۔" حیا نے آملیٹ بناتے ہوئے سرسری سے انداز میں جھوٹ بول دیا۔

"حیا بیٹا مجھے ہاسپٹل سے دیر ہو رہی ہے میں چلتی ہوں۔ علی اٹھ جائے تو سکینہ سے کہہ کر اس کا بیڈ روم صاف کروا دینا۔" حیا انہیں پورچ تک چھوڑنے آئی۔ مما کے جانے کے بعد وہ بھی اندر چلی آئی۔ علی کے دروازے پہ دستک دی تو جواب نہ ملا اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تو وہ واش روم میں تھا۔

کمرے کی حالت بدتر ہو رہی تھی۔ ایک کونے میں ڈھیروں گفٹس اور کارڈز دیکھ کر اس کی حیرت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

"یہ گفٹس میں سال کے ہر خاص موقعے پر علینہ کے لیے خرید کر رکھ دیتا ہوں یہ اور بات ہے کہ میں یہ کارڈز اور گفٹس اسے کبھی دے نہیں پایا۔" علی ٹاول سے ہاتھ منہ خشک کرتے ہوئے اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا۔

"تم جیسے کاہل شخص نے عشق کیسے کر لیا؟"

"تم نے بھی تو فہد لالہ کی یاد میں یونہی چھ سال گزار دیے ہیں۔"

"علی مجھے کبھی یہ محسوس نہیں ہوا فہد ہمارے درمیان نہیں ہے۔"

"کسی کی یاد میں رونے سے بہتر ہے کسی کی ہنسی میں شامل ہو جاؤ یہ زندگی اتنی بری نہیں ہے۔"

"علی میں اس وقت اپنی نہیں تمہاری بات کر رہی ہوں کہاں تھے رات تم؟"

"رات عفان کے ہاں دیر ہو گئی تھی۔"

"یقیناً عفان نے لپ اسٹک بھی لگا رکھی ہو گی۔"

حیا نے اس کی شرٹ کے کندھے پر لپ اسٹک کے نشان کو غور سے دیکھا۔

تو وہ گھبرا کر رخ موڑ گیا.....

"کب سے جا رہے ہو ریڈ لائٹ ایریا؟"

حیا کو اپنی ہی آواز پہ حیرت ہو رہی تھی۔

"جب سے مجھے علینہ کی محبت ہر اس چہرے میں دکھائی دے رہی ہے جسے اب میں خرید سکتا ہوں۔"

"علی تم پہلے تو ایسے نہیں تھے۔" اس نے علی کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑ لیا۔

"ہونے اور نہ ہونے میں صرف ایک لمحہ ہی تو ہوتا ہے۔" علی نے نظریں جھکائے سچ کو تسلیم کیا تو وہ کتنے ہی لمحے متحیر سی اسے دیکھتی رہی۔

"مما کو پتا چلا تو جانتے ہو انہیں کتنا دکھ ہو گا؟"

"کسی کو میرے دکھ کی پروا ہے؟"

"تمہاری علینہ اب کیا چاہتی ہے؟ پاگل تو تم ہو چکے ہو۔"

"آئی ڈونٹ نو وہ کیا چاہتی ہے۔"

"علی جاکر ایک انگوٹھی خریدو اور پہنچادو اسے مماکو میں سنبھال لوں گی۔"

"علین سے کچھ توقع نہیں وہ میری اس حرکت پہ مجھے ایک تھپڑ ہی نہ کھینچ مارے۔"

"یہ تمہاری علین خود کو سمجھتی کیا ہے؟"

"مس ازاونلی ون......"

"تو کب ملوا رہے ہو اس سے۔"

"کہو تو ابھی ملوادوں؟" علی نے شرارت سے اسے دیکھا تو وہ تپ گئی۔

"علی تمہارا قتل ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔"

"ان ہاتھوں سے ہمیں اپنے سو قتل بھی منظور ہیں۔"

علی نے آئینے میں بال سنوارے۔

"قسم سے مجھے تمہاری علین سے خاصی چڑ ہو چکی ہے۔"

"دیکھئے میم آپ پھر سے توپ کا رخ بدل رہی ہیں۔"

"حالت دیکھو ذرا بیڈ روم کی۔ بیوی آگئی تو مما بددعائیں لیا کریں گی مفت میں......"

"تو ڈیئر کزن اسے لا کون رہا ہے؟"

"تو کیا اسی طرح جھک مارتے رہو گے؟"

"یار کیا ضرورت ہے اس شادی جیسی ٹینشن کو خود پہ سوار کرنے کی؟"

"علی مما کتنی تنہا ہو گئی ہیں کبھی سوچا ہے تم نے؟"

"تنہا تو تم بھی ہو......"

"علی ہم بعض اوقات اپنی ساری زندگی چند لمحوں میں جی لیتے ہیں شاید میں بھی اپنے حصے کی زندگی جی چکی ہوں۔" حیا نے بیڈ شیٹ جھاڑ کر پھر سے پھیلاتے ہوئے جواب دیا تو وہ اسے بغور دیکھتا ہوا قریب چلا آیا۔

"حیا فرض کرو کوئی شخص تمہارے پاس آکر یہ کہے کہ اسے تم سے طوفانی قسم کی محبت ہو گئی ہے تو......"

"تو موصوف کی تھپڑوں سے شکل بگاڑ دوں گی۔"

علی نے اس کے جواب پہ جھرجھری سی لی۔

"تو آج یہ طے ہوا کہ مجھے علین ارسلان سے اظہار محبت کرنے کی بجائے مما کی رضامندی سے شادی کر لینی چاہیے۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں؟" حیا نے تکیے درست کرتے ہوئے سر اٹھایا۔

"وہ بھی تو تمہاری طرح ہے پتھر دل۔"

"تو جناب کیا ضرورت تھی ایک پتھر سے سر پھوڑنے کی؟"

"ہاں یہ لفظ "ضرورت" بھی بڑا عجیب لفظ ہے پل بھر میں بے بس کر دیتا ہے۔"

"وہ تو میں تمہاری حالت دیکھ کر اندازہ لگا سکتی ہوں۔ بندے خدا کے یہ محبت وغیرہ فارغ لوگوں کا کام ہے۔ میری مانو تو چھوڑو علین کے چکر کو۔ مما بتارہی تھیں انہوں نے تمہارے لیے کوئی لڑکی دیکھ رکھی ہے۔"

"حیا! تمہیں معلوم ہے وہ لڑکی کون ہے؟"

"مما نے یہ کب بتایا ہے مجھے؟"

"کیا تم بھی یہی چاہتی ہو میں مما کی پسند سے شادی کرلوں؟" علی نے اچٹتی سی نگاہ میں اس کے روپ کا جائزہ لیا۔

"بڑوں کے فیصلے کبھی غلط نہیں ہوتے۔"

"تو کہہ دو مما سے مجھے ان کی ہر خوشی منظور ہے۔"

☼ ☼ ☼

اسلام آباد میں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد ڈاکٹر مونا ارتضیٰ اسے خود لاہور چھوڑنے آئی تھیں۔ حیا کی ایم فل کی کلاسز شروع ہو رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی وہ اب باقاعدگی سے یونیورسٹی جارہی تھی۔

"جانتی ہو، مونا تمہیں یہاں خود چھوڑ کر کیوں گئی ہے؟" بابا ناشتے کی میز پہ اس سے پوچھ رہے تھے، جب وہ عجلت میں سلائس پہ چیز لگا رہی تھی۔

"ظاہر ہے بابا! انہیں آپ سے اور مما جانی سے ملے ہوئے عرصہ بھی تو کتنا ہو گیا تھا۔"

"اس وجہ کے ساتھ ایک اور وجہ بھی تھی۔ جانتی ہو، وہ تمہارے لیے علی کا پروپوزل لے کر آئی تھیں۔" مما جانی کا انکشاف سن کر نوالہ اس کے حلق میں پھنس گیا۔

"مم... مگر یہ... یہ سب کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا بیٹا! علی ماشاء اللہ پڑھا لکھا باشعور نوجوان ہے۔ سب سے بڑھ کر اپنا خون ہے، تمہیں خوش رکھے گا اور پھر ہم کب تک تمہارے لیے رشتے ٹھکراتے رہیں گے۔" بابا نرمی سے اسے سمجھا رہے تھے اور وہ غائب دماغی سے ان کی شکل تکے جارہی تھی۔

"بابا! آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں، علی سے میری صرف دوستی ہے۔ وہ فہد کا بھائی ہے۔ میں شاید اسے وہ مقام کبھی نہیں دے پاؤں گی۔"

"حیا بچے! وہ یہ سب سمجھتا ہے، سمیٹ لے گا تمہیں۔" راحت بیگم بھی شوہر کی تائید کر رہی تھیں۔

"مما! جانتی ہیں آپ، میں اس گھر میں فہد کے ساتھ گزرا ہوا وقت کبھی نہیں بھول پائی۔"

"میری جان! میں سمجھتی ہوں عورت کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد کبھی اپنی جگہ نہیں کھویا کرتا لیکن ہمارے بڑھاپے کو دیکھو، آج ہیں کل کو ہمارے بعد کیا کرو گی؟ اس معاشرے میں عورت کا تنہا زندگی گزارنا آسان نہیں ہے۔"

"مما! میں کچھ نہیں جانتی، آپ میری طرف سے انکار سمجھیں۔"

"حیا! ہمیں تمہارے انکار سے کوئی سروکار نہیں ہے، میں مونا کو ہاں کر چکا ہوں۔" ابتسام رضا کا رویہ کبھی اتنا سخت نہیں ہوا تھا۔ دفعتاً اس کا جی چاہا وہ ٹیبل پہ رکھی ہر چیز الٹ دے۔

"بابا! آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔"

"زیادتی تو تم خود اپنے ساتھ کر رہی ہو۔ میرا بڑھاپا کب تک تمہاری جوانی کی حفاظت کر سکتا ہے؟"

"میں فہد کو دھوکا نہیں دے سکتی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو پڑی۔

"حیا! بچے، میں جانتا ہوں، تم ایک ایسے شہید کی بیوہ ہو جس نے اپنے خون سے وطن کی کھیتی کو سیراب کیا ہے۔"

"بابا! پھر آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں، کیوں مجھے مجبور

خواتین ڈائجسٹ
میں قسط وار چھپنے والا
عمیرہ احمد
کا خوبصورت ناول
ایمان امید اور محبت
شائع ہو گیا ہے
خوبصورت سرورق اعلیٰ چھپائی
آفسٹ پیپر مضبوط جلد
قیمت ۱۸۰ روپے
ڈاک خرچ ۳۰ روپے
کتاب منگوانے کے لئے
۲۱۰ روپے کا پیشگی ڈرافٹ یا
منی آرڈر ارسال فرمائیں
دستی خریدنے یا ڈاک کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷۔ اردو بازار کراچی
فون: ۲۲۱۶۳۶۱

کررہے ہیں؟"

"بیٹا! ہم تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ تمہارے چہرے پہ وہی مسکراہٹ دیکھنا چاہتے ہیں جس کی خواہش ہر والدین کے دل میں اپنی اولاد کے لیے جنم لیتی ہے۔ میرے بچے! مجھے کامل یقین ہے کہ علی تمہیں بہت خوش رکھے گا۔" ابتسام رضا نے اس کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی۔

"تمہارے بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں بیٹا، تم علی کے ساتھ بہت جلد ایڈجسٹ کرلوگی۔" مما جانی اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولیں تو وہ تیزی سے ان کے ہاتھ جھٹک کر اٹھ گئی۔

"اگر آپ دونوں کو میری کوئی پروا نہیں ہے تو میری طرف سے ہاں سمجھ لیجیے گا۔"

"ابتسام دیکھ رہے ہیں یہ لڑکی کیسے بچوں کی طرح بی ہیو کررہی ہے۔" اس کے واک آؤٹ کرجانے کے بعد راحت بیگم نے تفکر سے شوہر کو مخاطب کیا۔

"وقتی غصہ ہے، سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ہم اس کے بہتر فیوچر کے لیے ہی تو سوچ رہے ہیں۔ میں آج ہی مونا سے بات کرتا ہوں۔ وہ نکاح کی تیاری کرے، نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

☼ ☼ ☼

کبھی کبھی وقت اسی طرح زندگی کے بڑے بڑے فیصلے ایک لمحے میں کردیتا ہے۔ اس کی زندگی کا فیصلہ دوسری بار اس کی رضامندی کے بغیر طے کردیا گیا تھا، کسی نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔ وہ خود کو بہت بے بس اور تنہا محسوس کررہی تھی۔

علی کمرے میں آیا، تب تک دل کا سارا غبار آنسوؤں میں ڈھل چکا تھا۔

علی اس انجان لڑکی سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ اس کے اظہار کے آگے بے بس ہوچلے تھے۔

"علی! پلیز مجھے معاف کردینا، بابا سمیت میری کسی نے نہ سنی۔ میں جانتی ہوں تم علین کو کبھی بھول نہیں پاؤ گے لیکن زندگی میں بعض اوقات ہمیں خود کو بھول کر دوسروں کے لیے جینا پڑتا ہے۔ میں اس گھر میں فہد کی یادوں سے کبھی نظریں نہیں چرا پائی اور میں جانتی ہوں تم بھی اپنی علین ارسلان کو کبھی فراموش نہیں کرسکو گے۔ ہم دونوں کا دکھ ایک جیسا ہے، تم میرے بہت اچھے دوست رہے ہو، ہم نے ایک دوسرے سے کبھی کچھ نہیں چھپایا۔"

وہ شرمندگی کے دوہرے احساس میں مبتلا ہورہی تھی، اسی لیے حیا نے نظریں اٹھا کر ایک لمحے کے لیے بھی علی کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"مگر میں نے تم سے بہت کچھ چھپایا ہے۔ اپنی محبت، اپنے جذبات، کچھ بھی تو ظاہر نہیں کیا میں نے تم پہ۔" علی کی خاموش نظریں اس کے بھیگے چہرے کا طواف کررہی تھیں۔

"حیا! مجھ سے بہتر یہ کون جان سکتا ہے کہ زندگی میں دوسروں کے لیے بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے، بہت کچھ سہنا پڑتا ہے۔" علی چینج کرنے کے لیے واش روم کی طرف بڑھا تو عقب سے حیا نے جیسے خود کو تسلی دی۔

"میں خود علین سے ملوں گی اور اسے تمہارے لیے قائل کرلوں گی۔"

"اب اسے قائل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے دل کی کیفیت بہت عجیب ہورہی تھی۔

"لیکن کیوں؟"

"ہر کیوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا، کبھی ہمیں سب کچھ مل جاتا ہے لیکن سیری کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اور کبھی ہمیں کسی انجان سے تھوڑی سی محبت بھی مل جائے تو زندگی کی خوشیاں راستہ بھول کر دل کے دروازے پہ دستک دیتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔"

حیا اس کی گمبھیر باتوں کا مفہوم نہیں سمجھ پارہی تھی۔ جب وہ واش روم سے نکلا تو وہ تب بھی اسی زاویے سے بیٹھی تھی۔ علی نے تکیہ درست کیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

"نیند آرہی ہے مجھے لائٹ آف کردو۔"

"علی آئی سویٹر، اگر بابا نے مجھے مجبور نہ کردیا ہوتا تو میں....."

"پلیز حیا! اب سوجاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔" اب کے وہ بلند آواز میں بولا تو وہ مزید پریشان ہوگئی۔

"علی! کیا بہت خفا ہو مجھ سے؟" حیا نے اس کی آنکھوں سے بازو ہٹایا تو علی سے نظریں چرانا مشکل ہوگیا۔

"میں ہوتا کون ہوں تم سے خفا ہونے والا؟ سارے حق تو تم فہد لالہ کو سونپ چکی ہو۔" اس نے لب بھینچ کر اپنے اندر اٹھنے والی غصے کی لہر کو دبایا۔

"علی! تم کچھ کہتے کیوں نہیں ہو؟" وہ اس کی مسلسل خاموشی سے تنگ آگئی تھی۔

"کیا کہوں میں تم سے؟" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"مجھے ڈانٹو اور برا بھلا کہو، میں نے تمہاری علین کو تم سے دور کردیا ہے۔"

"علین! میرے قریب رہ کر بھی شاید کبھی میرے قریب نہیں رہی۔ بالکل اسی طرح جیسے اب تم میری بن کر بھی میری نہیں ہو۔" وہ پھر سے کروٹ بدل کر سو گیا تھا اور حیا نے وہ رات صوفے پہ بیٹھ کر روتے ہوئے گزاری تھی۔ کمرہ بدل گیا تھا، گھر تو وہی تھا۔ فہد کے ساتھ گزارے ایام پھر سے یاد آرہے تھے۔

☼ ☼ ☼

دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر زندگی سے نظریں چرانا آسان نہیں ہوتا مگر وہ دونوں مما کے سامنے خود کو نارمل اور خوش رکھنے کے بعد ایک دوسرے کے لیے ایک حقیقی ___ مسکراہٹ بھی بچا نہیں پاتے تھے۔

وہ علی کو دیکھتی تھی تو فہد اس کے سامنے آجایا کرتا تھا۔ وہ اس کے عکس سے باتیں کرتی تھی تو علی کا شکوہ کرتا چہرہ نظروں میں گھوم جایا کرتا تھا۔

اب بھی وہ مما کے ساتھ بیٹھی اپنی ہر اٹھتی نگاہ میں علی کی بجائے فہد ارتضیٰ کو تلاش رہی تھی۔ مما نے توجہ مبذول کی۔

"حیا! کیا بات ہے بیٹا، تم کھانا نہیں کھارہی ہو؟"

"نن..... نہیں مما! کھا تو رہی ہوں۔" اس نے پھر سے دھیان بٹا لیا تھا۔ علی اسے بار بار کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ غائب دماغی سے چمچہ پلیٹ میں ہلاتے ہوئے بریانی کا ایک آدھ نوالہ کھارہی تھی۔

"علی! تم کھانے کے بعد حیا کو کہیں گھمانے لے جاؤ، سارا دن گھر میں رہ کر بور ہوجاتی ہے۔" مما نے نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے علی کو مخاطب کیا تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔

"رہنے دیں مما! اتنی ٹھنڈ ہورہی ہے پھر اسلام آباد کی سردی تو ہڈیوں میں گھس جاتی ہے۔" وہ علی کے سپاٹ چہرے کو دیکھ کر ہولے سے منمنائی۔

"تو بیٹا! جو لوگ شام کو کہیں گھومنے پھرنے کے لیے نکلتے ہیں، وہ کیا پاگل ہوتے ہیں؟" مما کے استفسار نے شرمندگی کا احساس دوچند کردیا تھا۔

"اٹھو شاباش، کوئی اچھے سے کپڑے نکال کر پہنو۔" مما نے نرمی سے اس کے بال سنوارے تو وہ چیئر دھکیل کر اٹھ گئی۔

"علی! تم دونوں ایک دوسرے سے خفا ہو کیا؟" اس کے جانے کے بعد مما نے علی سے پوچھا۔

"نہیں مما! آپ سے کس نے کہا؟"

"کہنے یا بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیا حیا کا اترا ہوا چہرہ مجھے نظر نہیں آتا؟ علی ماں کی نظریں کبھی دھوکا نہیں کھاسکتیں۔"

"مما! آپ کو خوامخواہ وہم ہوگیا ہے۔"

"شاید اب میری نظر کمزور ہوگئی ہے۔" مما کے لہجے میں چھپا طنز اسے بہت کچھ باور کرواگیا تھا، اسی لیے اب رہ رہ کر حیا پہ غصہ آرہا تھا جس کا اظہار وہ کمرے میں آکر آئینے کے سامنے کھڑی حیا سے کررہا تھا۔

"کیا کہا ہے تم نے مما سے کہ میں نے تم پہ ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں؟"

"میں نے مما سے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"تو پھر کیسے پتہ چلا انہیں؟ تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔"

"مسٹر علی ارتضیٰ! خوش تو تم بھی میرے ساتھ نہیں ہو پھر سارا الزام میرے ہی سر کیوں؟"

"خوشی کسے کہتے ہیں تمہیں کیا معلوم، تم نے پہلی ہی رات مجھ سے اس لفظ کا مفہوم چھین لیا تھا۔" علی کو اس نے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

"مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"تم سمجھ بھی کیسے سکتی ہو، چھ سال تک ایک مردہ شخص کی یاد میں رونے والی چھ گھنٹے تک میری خوشی کے لیے مسکرا سکتی ہو؟ بولو، جواب دو۔" علی نے اسے شانوں سے تھام کر جھنجوڑا تو وہ مارے خوف کے خود کو اس کی گرفت سے چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔

"میرے خوابوں میں بسنے والی علین کوئی اور نہیں، تم تھیں مگر کسی نے مجھ سے نہ پوچھا اور مما تمہیں فہد لالہ کی رضامندی سے اس گھر میں لے آئیں۔

کیا گزری تھی میرے دل پر یہ کوئی نہیں جانتا۔ مما اور لالہ بہت خوش تھے لیکن میری خوشیاں کہیں کھو گئی تھیں، اسی لیے میں انگلینڈ چلا گیا تھا۔ لالہ نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا تھا۔ مجھے کبھی ان سے نفرت نہیں تھی، پر ان دنوں میں نے ان سے نفرت محسوس کی تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا، خدا انہیں شہادت کے رتبے پہ فائز کر کے میرا سر ہمیشہ کے لیے جھکا دے گا ان کی شہادت کے بعد مما بہت اکیلی ہو گئی تھیں، ان کے اصرار پہ میں واپس چلا آیا۔ اب مجھے اپنی منزل بہت آسان لگ رہی تھی مگر تم نے میری ساری امیدوں کے چراغ بجھا دیے، تمہیں فہد لالہ کی یادوں سے دل بہلاتے ہوئے دیکھ کر میرا دل خالی ہونے لگتا تھا۔ میں نے تھک ہار کے اپنی محبت کا فرضی نام علین رکھ لیا۔ میں جو کچھ تم سے کہنا چاہتا تھا، وہ میں تمہیں ایک فرضی نام سے بتانے لگا، اسی طرح میرے دل کا بوجھ تھوڑی دیر کے لیے کم ہو جایا کرتا تھا۔

مما نے جب تمہیں دوبارہ اس گھر میں لانے کی خواہش کا اظہار کیا تو میرے اندر پھوٹنے والی سرشاری کی کیفیت بہت انوکھی تھی۔

میں بہت خوش تھا، تمہاری ہاں کے پیچھے مما کی فریاد تھی یا ماموں کا اصرار پوشیدہ تھا، مجھے کچھ معلوم نہیں تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ تمہیں اپنی محبت کے ایک ایک پل سے آگاہ کر دوں گا اور تمہیں بتاؤں گا تمہاری چاہ میری مہیب اندھیرے جیسی زندگی میں روشن ہونے والی کرن بن گئی تھی جسے لالہ نے مجھ سے چھین لیا تھا لیکن پہلی ہی رات تمہارے انکشاف نے مجھے یہ باور کروا دیا تھا کہ یہ روشنی محنت یا کوشش سے حاصل نہیں ہوتی۔

شاید میری محبت خاموش سسکیوں اور بے نام فریادوں کی بیساکھیوں کا سہارا لے کر تا زیست لڑکھڑاتی رہے گی۔"

حیا نے اپنے بے جان ہوتے وجود کو صوفے کا سہارا نہ دے لیا ہوتا تو وہ ڈھے جاتی۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ علی کے دل میں بسنے والی علین اس کا دوسرا روپ ہے۔ علی کے ساتھ اس کی دوستی بچپن سے تھی مگر اس کی خاموش محبت کا عکس اس پہ کبھی ظاہر نہیں ہوا تھا۔

زندگی کبھی اپنے ایسے روپ بھی دکھا دیتی ہے جنہیں دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔ علی کی زندگی اس سے مخفی نہیں تھی، وہ اس کی بے پایاں محبت کی خود گواہ بنی تھی۔ تب حیا کو معلوم نہیں تھا جسے وہ اپنی دعاؤں میں علی کے لیے مانگ رہی تھی، وہ خود اس کی اپنی ذات تھی۔

کچھ راتوں کی آنے والی صبح بہت حیران کن ہوتی ہے، اس کے لیے بھی وہ صبح بہت حیران کن تھی۔ آفس جانے کی تیاری کے دوران علی کا رویہ ایسا ہی تھا جیسے عام روٹین میں ہوا کرتا تھا، اسی لیے اب حیا کو یہ شبہ ہونے لگا تھا جیسے رات اس نے کوئی خواب دیکھا ہو۔

اس کے وارڈروب سے کپڑے نکالتی ہوئی وہ بار بار اسے چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ بالآخر حیا نے اسے مخاطب کیا۔

"تم نے بتایا نہیں کون سے کپڑے نکالوں؟"

"کوئی سا بھی اپنی پسند کا سوٹ نکال دو۔ آخر بیوی ہونے کا کوئی حق تو استعمال ہو۔ مانا کہ زندگی میں دوسروں کی خوشی کے لیے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے، تم بھی مما کی خوشی کے لیے مجھے با آسانی برداشت کر سکتی ہو۔ اتنا برا نہیں ہوں میں....." علی ٹاول کو صوفے پہ اچھال کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر بال بنانے لگا تھا۔

حیا نے جواب دیے بغیر وارڈروب سے اس کا ہینگ کیا ہوا سوٹ نکال کر بیڈ پہ پھیلا دیا اور خود کمرے میں بکھری ہر اس چیز کو ٹھکانے لگانے لگی جو اس کے روزمرہ استعمال میں رہتی تھی۔

"کیا مصیبت ہے، یہ آج ٹائی کی ناٹ کیوں نہیں لگ رہی؟" کپڑے بدلنے کے بعد وہ جھنجلاہٹ میں ٹائی کی ناٹ لگا رہا تھا جو ہر بار پہلے سے بھی خراب بن رہی تھی۔

"یہ تم کن فضول کاموں میں الجھی ہوئی ہو، آکر میری کچھ ہیلپ ہی کروا دو۔ دیکھ نہیں رہی ہو آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔" اس نے غصے میں ایک نظر گھڑی پہ ڈالی تو وہ انگلش میگزین کے شمارے سمیٹ کر اس کے مقابل کھڑی ہو گئی۔

"چھوڑو تم، ایک ذرا سا کام نہیں ہو رہا تم سے۔" حیا اس کے ہاتھ ہٹا کر خود اس کی ٹائی کی ناٹ بنانے لگی۔

علی اس کے چہرے کے خدوخال کو پہلی بار اتنے قریب سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی علین ارسلان سے کہیں خوبصورت تھی۔

"لو اتنی سی بات تھی۔" حیا نے جتانے والے انداز میں کہا تو علی کی نگاہیں اس کے سراپے میں الجھنے لگیں۔

"ٹائی کی ناٹ بنانے میں کچھ زیادہ جلدی نہیں کی تم نے؟"

"تمہیں آفس سے دیر ہو رہی تھی۔" حیا نے گھبرا کر رخ موڑ لیا۔

"اور میں چاہتا ہوں، مجھے روز اسی طرح دیر ہو جایا کرے۔"

"پھر تو آفس کا ایم ڈی تمہیں گھسنے بھی نہیں دے گا۔"

"گھر میں تو داخلے پہ کوئی پابندی نہیں ہوگی نا؟" علی کے پوچھنے پہ اچانک ہی مسکراہٹ عود آئی تھی۔ وہ شادی کے بعد حیا کے چہرے پہ پہلی مسکراہٹ دیکھ رہا تھا۔

نجانے آج اس کے دل کی کیفیت کیوں عجیب ہو رہی تھی۔ آج پہلی بار وہ فہد کی بجائے علی کو سوچ رہی تھی اور اس کی محبت کی گہرائیوں کو ناپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

شاید وہ بھی انسانی فطرت کے مطابق ایک جمود کی سی کیفیت سے تنگ آگئی تھی۔ اسے یہ یقین ہونے لگا تھا کہ محض یادوں کے سہارے زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔ انسان ایک خوشی یا ایک دکھ کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتا۔ زندگی میں آنے والی چھوٹی چھوٹی خوشیاں انسان کو جینے کا حوصلہ دیتی ہیں، انہیں بڑے بڑے دکھوں سے لڑنے کی ہمت بخشتی ہیں۔ وہ بھی علی کی محبت کی خوشیوں سے فہد کی جدائی کے دکھ سے لڑنے کا حوصلہ ڈھونڈنے لگی تھی۔

جب سے وہ حیا علی بن کر اس گھر میں آئی تھی۔ اس نے خود پہ اتنی توجہ ہی نہیں دی تھی مگر آج اسے یہ توجہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اپنے آپ کو کسی دوسرے شخص کے لیے سنوارنا کتنے خوابوں کے در وا کر دیتا ہے، اسے اک مدت کے بعد پھر سے محسوس ہو رہا تھا، سارا دن پل پل بدلتے احساس نے ایک دھیمی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ سجائے رکھی تھی۔

بخش دین کے ساتھ مل کر اس کی پسند کی ڈشز بنانا بھی حیا کو نئی خوشی سے ہمکنار کر رہا تھا۔

پتہ نہیں آج وہ خود کو خاص سمجھ رہی تھی یا علی کو.....؟

وہ زندگی میں آنے والی خوشیوں کو تصور کی آنکھ سے دیکھ رہی تھی۔

ایک اجلی اور نکھری زندگی کے خواب جس کے آنگن میں کھلے گلاب بھی اپنی مخصوص مہک سے مسحور کر رہے تھے۔

مما کو ہاسپٹل سے جلدی آنے کی تاکید کرنے کے لیے وہ ٹیلی فون کارنر کے قریب آئی تو ریسیور اٹھانے سے پہلے ہی بیل بج اٹھی۔

"ہیلو۔۔۔ جی میں مسز حیا علی بول رہی ہوں۔"

"بھابھی میں عفان بات کر رہا ہوں' ابھی جو خبر میں آپ کو سنانے والا ہوں' اسے صبر و تحمل سے سنئے گا۔" اس کا دل یکبارگی ڈوبا۔

"عفان! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ پلیز جلدی سے مجھے بتائیں' ورنہ میرا دل ڈوب جائے گا۔" گھبراہٹ میں وہ پورچ میں رکنے والی گاڑی کی آواز بھی نہیں سن پائی تھی۔

"علی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ آئی سی یو میں ہے۔" ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور وہ کارپٹ پہ بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی تیز آری سے اس کے بدن میں دوڑتی زندگی کو ختم کر رہا ہو۔

گھٹنوں میں سر دیے وہ بری طرح سے کانپ رہی تھی۔

کمرے میں داخل ہونے والے شخص کے لیے یہ صورت حال خاصی غیر متوقع تھی۔

"حیا آر یو اوکے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟" بریف کیس بیڈ پہ پھینکتے ہوئے وہ حیا کی جانب لپکا۔

"علی! وہ فون۔۔۔ تم۔۔۔ تم ٹھیک تو ہو۔ علی بتاؤ نا' تم ٹھیک تو ہو۔" وہ اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے بس ایک ہی سوال کر رہی تھی۔

"کم آن حیا! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" علی نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر حیرت سے پوچھا۔

"عفان کا فون آیا تھا' وہ۔۔۔ وہ بتا رہا تھا کہ تمہارا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"اسٹوپڈ لڑکی! آج فرسٹ اپریل ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے ہلکی سی چپت اس کے سر پہ رسید کی تو وہ ایک بار پھر رو پڑی۔

"اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔۔ تو میں بھی مر جاتی۔"

آج اس کی تڑپ نے علی کو یہ یقین دلا دیا تھا۔

"محبت کی جنگ میں فاتح یا مفتوح کوئی نہیں ہوتا' بس محبت کرنے والا دل ہوتا ہے۔ دیکھنے والی آنکھیں ہوتی ہیں جو غافل کو چپ چاپ تسخیر کر لیتی ہیں۔"

"حیا! آج میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ محبت میں ٹپکا ہوا ہر آنسو سیپ میں بند موتی کی مانند ہوتا ہے۔ ان انمول موتیوں کی قدر و منزلت صرف وہی آنکھیں جانتی ہیں جن کی پلکوں سے یہ موتی ڈھلک جائیں۔" علی کی گمبھیر آواز اسے ایک نئے احساس سے دو چار کر گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے چراغوں کی لو بڑھ گئی تھی' اسی لیے علی کو اس کا چہرہ اور بھی نکھرا اور روشن لگ رہا تھا۔

"حیا! تم نے کبھی بارش کے بعد آسمان پہ پھیلتی قوس و قزح کو غور سے دیکھا ہے؟" علی نے اس کے گلنار ہوتے چہرے کو دلچسپی سے دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"میں دیکھ رہا ہوں۔" علی نے شرارت سے اس کی لٹ کو چھوا جو بے دھیانی میں اس کے آنسوؤں سے بھیگ گئی تھی۔

"تم مما کو فون کرو' میں کھانا لگواتی ہوں۔" حیا اس کے بدلتے موڈ کو بھانپ کر یک لخت اٹھی۔

"ایک بات پوچھوں؟" اس کا ہاتھ اب بھی علی کے ہاتھ میں تھا۔

"اس وقت مجھے تم اچھی لگ رہی ہو یا تمہارا یہ سوٹ؟"

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" پہلی بار حیا نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے تو سوٹ زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔"

"علی! تم بہت فضول ہو۔" اس نے مصنوعی خفگی سے دیکھا تو علی نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ "مگر میں نے تو ابھی ایسا کچھ نہیں کیا۔"

اس کی بات پہ وہ بلش ہو گئی تھی۔ اس نے علی کا حصار نہیں توڑا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے اس کے دل کے قریب ہو گئی تھی۔